عہدِ خلافتِ عثمانیہ میں وقائع نگاری کا تجزیہ

Analysis of the War News Writing in the reign of Ottoman Caliphate

ریاست علی*

Abstract:

Ottoman Empire is considered a splendid period for its academic ideology in history of Islam. A bulk of its history has been written in the life of rulers. It is noticeable that, mostly, the work has been done on history, not other branches of knowledge. The rulers recruited the historians, to make the writing a masterpiece of knowledge and information for the coming generations. They adopted different methodologies; they got their experiences and events from their activities of daily life recorded. The aim of writing this article is to show the red picture of Ottoman Empire. The interest of the empire in history has been observed in this article. The finding reveals that the historians did not portray objective and real picture of the history. They delineated their historical interests and writings as could be just propaganda because the word of Ottoman Empire in their era is the mouthpiece of the matchless methodologies in writing the history.

Keywords: Biogeography, History of Islam, Literature, Ottoman Empire.

1۔ موضوعِ تحقیق کا تعارف، اہمیت اور پس منظر

ماضی کے حالات و واقعات اور اپنے ارد گرد کے ماحول سے متعلق معلومات حاصل کرنا انسان کی شروع سے خواہش رہی ہے، وہ ہمیشہ سے ہی اپنے نظریات اور ضروریات کے پیشِ نظر تاریخ مرتب کرتا رہا ہے، اس کا تاریخ سے لگاؤ اور اس سے متعلق علم اُتنا ہی پُرانا ہے جتنا کہ انسان خود۔ تاریخ نگاری کو زمانۂ جاہلیت میں شاعری اور قصہ گوئی کی شکل میں بیان کیا جاتا رہا ہے، اسلامی تہذیب و ثقافت میں تاریخ کو ایک علم کی حیثیّت سے پیش کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے گزشتہ انبیاء کے حالات و واقعات اور قوموں کی عروج و زوال کی داستانوں اور قصص کے اسباب و محرکات کو قرآن مجید میں بڑے دلنشیں انداز میں بیان کیا ہے۔ امام علی بن مدینی نے تاریخ کو آدھا علم قرار دیا ہے [1]۔ اسی فکر و فلسفہ کے پس منظر میں مختلف مسلم ادوارِ حکومت میں مسلم مؤرخین نے تاریخ نویسی سے متعلق اہم کارنامے انجام دیئے ہیں، اس ضمن میں خلافتِ عثمانیہ (1281ء-1922ء) بڑی اہمیت کی حامل ہے، عثمانی خلفاء نے اپنی خداداد صلاحیتوں سے تقریباً چھ سو

*ریسرچ اسکالر پی ایچ ڈی، شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف گجرات، گجرات

سال حکومت کی، اس دوران عثمانی مؤرخین نے علمِ تاریخ کو ایک فن کی حیثیت سے اُجاگر کیا، اسباب و علل کی بنیاد پر اصول و قواعد کے تحت تاریخ لکھنے کا شعور اُجاگر کیا، حالات و واقعات کی صحیح تصویر کشی کے لیے "تاریخ عثمانی انجمن" قائم کی، تحقیقی و تنقیدی فکر پروان چڑھی، اصول پسند اور حقیقت گوئی کو رواج دیا۔ عثمانی خلفاء کی علمِ تاریخ سے غیر معمولی دلچسپی کے نتیجے میں اہم تصانیف وجود میں آئیں، ان میں ہر واقعہ کے ساتھ ہجری بھی لکھی جاتی تھی اور یہ بہت اچھے معیار کی تحریرات ہیں، ان کے مطالعہ سے خلافتِ عثمانیہ کی تاریخ و تہذیب، ثقافتی روایات اور مذہبی و سیاسی خدمات سے متعلق جانکاری ملتی ہے، لیکن اس قسم کی تاریخ نگاری سے متعلق چند سوالات بڑے اہم ہیں، وہ یہ کہ کیا سلاطین کے حکم سے لکھنے والا مؤرخ آزادانہ رائے کا اظہار کر سکتا تھا؟ کیا خلفاء کی فرمائش پر لکھی گئی کسی ایک تحریر میں بھی حکمرانوں پر تنقید گئی ہے؟ کیا یہ تاریخیں مبالغہ آرائی سے پاک ہیں؟ کیا ان تحریروں میں عام رعایا کے حالات اور معاشرت کو بھی موضوع بحث بنایا گیا ہے؟ جب غزوہ سے مراد وہ مہم ہے جس میں حضور ﷺ نے خود شرکت کی ہو، تو ان مؤرخین کی تاریخوں میں عثمانی معرکوں کو غزوات کا نام کیوں دیا گیا ہے؟ کیا ایک درباری اور سرکاری مؤرخ اپنی حکومت، سلطنت اور سلاطین کی کمزوریوں کو بیان کر سکتا ہے؟ کیا ان مؤرخین نے واقعات تحریر کرنے کے بعد کوئی نقد و تبصرہ بھی کیا ہے؟ کیا عثمانی واقعات کو دیگر اقوام کی تاریخ سے ملایا گیا ہے؟

ان تمام سوالات کا تشفی اور مؤثر جواب فراہم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس علمی و فکری دور کی تاریخ نویسی کا تعارف اور اُس کے اسالیب بیان کیے جائیں، اسی علمی و فکری ضرورت کو پورا کرنے کے لیے موضوع تحقیق کے طور پر "عہدِ خلافتِ عثمانیہ میں وقائع نگاری کا تجزیہ" کا انتخاب کیا گیا ہے۔

مسلم تاریخ نویسی کے حوالے سے بعض محققین کے قابل فخر علمی کارنامے موجود ہیں۔ اس ضمن میں حافظ محمد بلال اعجاز کا آرٹیکل بعنوان برصغیر پاک و ہند کے انگریزی عہد میں تاریخ نویسی[2]، زیبا افتخار کا آرٹیکل بعنوان برصغیر میں اسلامی تاریخ نویسی کا آغاز وارتقاء[3]، پروفیسر سعید اختر کا آرٹیکل بعنوان فن تاریخ نگاری میں مسلمانوں کی خدمات[4] اور طفیل ہاشمی کا آرٹیکل بعنوان اُندلس میں تذکرہ نگاری[5] بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ ان تحقیقی و تنقیدی تحریرات کی اہمیت اپنی جگہ مسلمہ ہے لیکن ان میں خلافتِ عثمانیہ کے تاریخی دور کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ چھ صدیوں پر مشتمل شرق و غرب میں غلبہ پانے والی یہ مسلم

ریاست اپنی نوعیت اور حجم کے اعتبار سے بڑی منفرد و ممتاز ہے۔اس کے زیرِ سایہ پروان چڑھنے والی تاریخ نویسی دور حاضر کے لیے بڑی مُفسر ثابت ہو سکتی ہے۔اسی خلاء کو پُر کرنے کے لئے یہ تحقیق و جستجو کی جارہی ہے۔ مقالہ ہذا کو تین اجزاء میں تقسیم کیا گیا ہے۔ مقالہ کے پہلے جُزو میں موضوعِ تحقیق کا تعارف، اہمیت اور پسِ منظر واضح کیا گیا ہے نیز اس موضوع پر سابقہ کام کا جائزہ لیا گیا ہے اور مقالہ کے مختلف اجزاء کی داخلی تقسیم و ترتیب واضح کی گئی ہے۔ دوسرے جُزو میں عہدِ خلافتِ عثمانیہ میں وقائع نگاری کا ارتقاء بیان کیا گیا ہے۔ تیسرے جُزو میں عہدِ خلافت عثمانیہ میں وقائع نگاری کا جزیہ پیش کیا گیا ہے اور اس سے متعلقہ اہم تاریخی کتب کا تعارف کرایا گیا ہے جبکہ چوتھے جُزو میں خلاصۂ بحث بیان کیا گیا ہے۔

2۔عہدِ خلافتِ عثمانیہ میں وقائع نگاری کا ارتقاء

عہدِ خلافتِ عثمانیہ علومِ اسلامیہ کی اشاعت و ترویج میں بڑی اہمیت رکھتا ہے، عثمانی خلفاء کی علمی اور ادبی سرگرمیاں بلاشرکت غیرے اپنی مثال آپ تھیں، وہ علماء اور فضلاء کے بڑے قدردان تھے،اِس حوصلہ افزا ماحول میں علماء، فقہاء، ادباء، مفسرین، محدثین، فلسفی اور مؤرخین پیدا ہوئے، چنانچہ قسطنطنیہ علم و ادب کا مرکز بن چکا تھا۔ مختلف ممالک کے دانشور یہاں کے کتب خانوں، عجائب گھروں اور درس گاہوں میں مطالعہ کے لئے چلے آتے تھے، عثمانی دور میں استنبول کا وہی مقام تھا جو مصر میں قاہرہ اور سپین میں غرناطہ اور قُرطبہ کا تھا۔ دیگر علوم کی نسبت تاریخ نگاری میں تُرکوں کی ذہانت کا سب سے زیادہ مظاہرہ دیکھنا کو ملتا ہے، مفتی زین العابدین کے مطابق خلافتِ عثمانیہ میں سب سے زیادہ کتابیں تاریخ سے متعلق لکھی گئیں[6]، عثمانیوں کا تاریخی ادب ایرانیوں کے تاریخی ادب سے زیادہ بلند و بالا ہے، اس میدان میں عثمانیوں کو برتری حاصل ہے[7]، خلافتِ عثمانیہ کی تاریخ نویسی کے حوالے سے عصر حاضر کے مؤرخین کا نظریہ ہے کہ اس کی ابتداء دو کتب سے ہوئی،اس وقت یہ دونوں کتابیں دستیاب نہیں ہیں، متاخر عثمانی مؤرخین کی کتب میں ان کے صرف نام ملتے ہیں،اُن میں ایک کتاب "مناقب نامہ" ہے جس کے مصنف کا نام یخشی فقہیہ ہے، دوسری کتاب "اسکندریہ نامہ" ہے۔اول الذکر کتاب میں آل عثمان کے مناقب ذکر کئے گئے ہیں، ان کا ذکر عاشق پاشانے اپنی تاریخ مسمی "تواریخ آل عثمان" میں بھی کیا ہے۔ دوسری کتاب دراصل ایک مثنوی ہے،اس کتاب کے نام سے ظاہر ہے کہ اس میں سکندر اعظم کے حالات تحریر کئے گئے ہیں،اس کے آخر میں "داستان تواریخ ملوک آل عثمان" کے نام سے عثمانی حکمرانوں کی داستان

لکھی گئی ہے۔احمدی نے یہ کتاب دراصل سلطان بایزید کو پیش کرنے کے لئے لکھی لیکن بعد ازاں اس کے بیٹے امیر سلیمان کی خدمت میں اسے پیش کیا،اس کتاب کی اہمیت بہت زیادہ ہے کیونکہ یہ پہلی کتاب ہے جو عثمانیوں کے ابتدائی حالات پر لکھی گئی ہے۔ابتدائی دور کی ایک تاریخ "داستان چہل وزیر" کاتذکرہ سٹینلے لین پول نے بھی اپنی کتاب میں کیا ہے، جس کا مؤلف احمد نامی لکھا ہے[8]۔اس دور کی کتابیں زیادہ مربوط اور باقاعدہ نہیں ہیں،کچھ مؤرخین نے الفاظی پر قناعت کی تو بعض نے بغیر تسلسل کے صرف افسانے بغیر تحقیق کے مرتب کر دیئے،اس دور میں لوگ محض اپنے شوق سے لکھا کرتے تھے،پندرہویں صدی عیسوی کے آغاز میں تاریخ لکھنے کا عام رواج شروع ہوا،عثمانی سلاطین نے اپنے حکم سے بعض مؤرخین سے تاریخیں لکھوائیں، درباری مؤرخین نے بالترتیب سن وار آغازِ خلافت سے لے کر اپنے زمانے تک تمام واقعات بالتفصیل لکھے ہیں،ان میں ربط اور تسلسل کو مدّ نظر رکھتے ہوئے چھوٹے واقعات سے لے کر بڑے واقعات تک بہت احتیاط کے ساتھ قلم بند کیے ہیں،اس وقائع نگاری میں عبارات بڑی پُر تکلف ہیں، سولہویں اور سترہویں صدی عیسوی عثمانی تاریخ نگاری کے عروج کازمانہ ہے،نوجوان ترکوں کے دور میں ترکی تاریخ نگاری کو بہت عروج ملا "تاریخ عثمانی انجمن" قائم ہوئی جس کے ذریعے شاندار انقلابی لٹریچر فراہم کیا گیا۔لوگوں میں جدید رجحانات پیدا ہوئے، تحقیقی و تنقیدی فکر بیدار ہوئی،واقعات اسباب و علل کی بنیاد پر اصول و قواعد کے تحت رقم کرنے کا شعور بیدار ہوا،اس بات کی شہادت مولانا شبلی نعمانی کے سفر نامہ سے بھی ملتی ہے:

"مجھ کو اس قدر فرصت اور موقع تو کہاں مل سکتا تھا کہ تمام جدید تصنیفات سے واقفیت حاصل کرتا البتہ اپنے مزاج کے موافق تاریخ و رجال کی کتابیں دیکھیں، جس کی بناء پر کہہ سکتا ہوں کہ عربی کے بعد ایشیا کی کسی زبان میں اس قدر سرمایہ موجود نہیں ہے بلکہ ایک لحاظ سے اُس کو عربی پر ترجیح حاصل ہے، عربی زبان میں جتنی تاریخیں ہیں سادہ واقعات کا مجموعہ ہے اور جس قدر کوشش اور اہتمام ہے وہ صرف اصول روایت سے متعلق ہے بخلاف اس کے ترکی تاریخیں اُن اصول و قواعد کے موافق لکھی جاتی ہیں جو فلسفہ تاریخ کے اصول ہیں اور جس کی بناء پر یورپ نے اس فن کو معراجِ کمال تک پہنچا دیا ہے، مکتب ملکیہ میں تاریخ کی کتاب جو درس میں داخل ہے میں نے اُس کو اجمالی طور پر دیکھا، تمام واقعات میں علت و اسباب کا سلسلہ ملحوظ رکھا ہے اور جابجا محاکمہ

اور تحقیق اور تنقید کی ہے اس کے ساتھ ہر حکومت کے خاتمہ پر اُس عہد کی تمدنی، اخلاقی اور علمی حالت تفصیل کے ساتھ دکھائی ہے۔"[9]

علامہ شبلی نعمانی کے بیان سے اس بات کی نشاندہی ہوتی ہے کہ خلافتِ عثمانیہ کے مؤرخین کی علمِ تاریخ سے دلچسپی اور لگاؤ کا ثمر ہے کہ عثمانی تاریخیں فلسفہ تاریخ کے اصولوں کے مطابق ہیں، اُن میں تحقیقی و تنقیدی پہلو مدِ نظر رکھا گیا ہے۔ خلافتِ عثمانیہ کے اکثر مؤرخین عربی، فارسی اور ترکی تینوں زبانوں کے ماہر ہوتے تھے، تینوں زبانوں میں لکھا کرتے تھے، اس تاریخی دور میں عثمانی مؤرخین کی تاریخ نویسی سے متعلق تصانیف کے نام حسب ذیل ہیں:

عاشق زادہ کی "تواریخ آلِ عثمان"، محمد پاشا قرمانی (1451ء) کی "تاریخ قرمانی"، احمد شمس الدین افندی المعروف کمال پاشا (1468ء-1534ء) کی "تواریخ آلِ عثمان"، شکر اللہ کی "بہجۃ التواریخ"، ادریس بن حسام بدلیسی (1523ء) کی "ھشت بھشت"، علی احمد (1523ء) کی "جواہر البیان فی دولۃ آلِ عثمان"، احمد بن شمس الدین المعروف کمال پاشازادہ (1533ء) کی "تاریخ آلِ عثمان"، محمد بن سعید بن عبدالحہ رومی المعروف لطفی پاشا (1543ء) کی "آصف نامہ فی آداب الوزراء"، محمد بن علاؤالدین جمالی (1550ء) کی " التاریخ العثمانی"، مصطفی بن جلال زادہ النشانی (15667ء) کی "طبقات الممالک"، رمضان زادہ نشانچی (1571ء) کی "تاریخِ نشانچی"، احمد پاشا المعروف فریدون (1582ء) کی " منشآت السلاطین"، امیر شرف الدین خان بن شمس الدین البدلیسی (1596ء) کی " شرف نامہ"، خواجہ سعد الدین افندی (1536ء-1599ء) کی "تاج التواریخ"، مصطفی عالی (1541ء-1600ء) کی "کنہ الافنار"، مصطفی افندی سلانیکی (1540ء-1600ء) کی "تاریخ سلانیک"، ابراہیم بجوی افندی (1574ء-1649ء) کی "تاریخ بجوی"، مصطفی بن عبداللہ المعروف کاتب چلپی، حاجی خلیفہ (1609ء-1657ء) کی " فذلکۃ احوال الاخبار فی علم التاریخ والاخبار"، احمد بن لطف اللہ سلانیکی المعروف منجم باشی (1631ء-1702ء) کی "جامع الدول"، مصطفی افندی (1655ء-1716ء) کی "تاریخ نعیما" اور جودت پاشا (1822ء-1895ء) کی "تاریخِ جودت"، شہاب الدین احمد بن محمد بن عمر بن ابی بکر دمشقی (1525ء) کی "حوادث الزمان ووفیات الشیوخ والاقران"، شمس الدین محمد بن علی المعروف ابن طولون (1545ء) کی "التمتع بالاقران بین تراجم الشیوخ والاقران"، "انباء الامراء بابناء

الاوزراء" اور "اعلام الوری بمن ولی نائبا بدمشق الکبری"، رضی الدین محمد بن ابراہیم بن یوسف بن عبدالرحمن حلبی(1563ء) کی "الزبد والضرب فی تاریخ حلب"، ابوالعباس احمد بن سنان بن یوسف بن احمد قرمانی(1610ء) کی "اخبار الدول و آثار الاول"، شہاب الدین احمد بدیری حلاّق(1762ء) کی "حوادث دمشق الیومیۃ" اور محمد بن حسن بن علی بن محمد بن حسن بن حر عاملی(1692ء) کی "وسائل الشیعۃ"، "امل الآمل فی علماء جبل عامل" اور "الدر المسلوک فی اخبار الانبیاء والاوصیاء والخلفاء والموک"، ابو البرکات محمد بن احمد بن ایاس ناصری(1523ء) کی "نزھۃ الامم فی العجائب والحکم"، "بدائع الزھور فی وقائع الدھور"، عقود الجمان فی وقائع الزمان"، مرج الزھور فی وقائع الدھور" اور نشق الازھار فی عجائب الاقطار"، نورالدین احمد بن ابی الحسن علی بن احمد محلی شافعی المعروف ابن زنبل الرمال کی "واقعۃ السلطان الغوری مع سلیم العثمانی"، محمد بن عبدالمعطی اسحاقی(1650ء) کی "الروض الباسم فی اخبار من مضی من العوالم" اور "لطائف اخبار الاول فی من تصرف فی مصر من ارباب الدول"، شمس الدین بن ابی سرور بکری مصری(1650ء) "التحفۃ البھیۃ فی تملیک آل عثمان الدیار المصریہ"، "النزھۃ الزھیۃ فی الذکر ولاۃ مصر والقاھرۃ المعزیۃ"، "الکواکب السائرۃ فی اخبار مصر والقاھرۃ"، "درر المعالی الجلیۃ"، "المنح الرحمانیۃ فی تاریخ الدولۃ العثمانیۃ"، "عیون الاخبار و نزھۃ الابصار" اور "الروضۃ المانوسۃ فی اخبار مصر المحروسۃ"، احمد دمرداش(1756ء) کی "الدرۃ المصانۃ فی اخبار الکنانۃ"، عبدالرحمن بن حسن بن ابراہیم بن حسن بن علی جبرتی(1821ء) کی "مظہر التقدیس بذھاب دولۃ الفرنسیس" اور شیخ رداعۃ بن بدوی بن علی محمد بن علی طھطاوی(1873ء) کی "انوار توفیق الجلیل فی اخبار مصر و توثیق بنی اسماعیل"، ابوالخیر زین الدین عبدالرحمن بن عبداللہ سویدی بغدادی(1785ء) کی "تاریخ حوادث بغداد والبصرہ من 1772ء-1778ء"، "تاریخ الممالیک الکولہ منذ فی بغداد" اور "حروب الایرانیین فی العراق"، محمد مہدی بن مرتضی بن محمد المعروف بحرالعلوم طباطبائی(1797ء) کی "تحفۃ الکرام فی تاریخ مکۃ وبیت اللہ الحرام"، ابو علی محمد بن اسماعیل بن عبدالجبار بن سعد الدین(1800ء) کی "منتھی المقال فی احوال الرجال"، جمال الدین محمد بن عبدالصائغ(1816ء) کی "تاریخ وفیات العلماء الامامیۃ"، عبداللہ بن محمد رضا بن محمد (1827ء) کی "قصص الانبیاء"، محمد طہ بن مہدی بن محمد رضا بن محمد بن نجف علی(1905ء) کی

"حسین بن احمد بن حسین بن اسماعیل المعروف سید حسون براقی(1914ء) کی "البقعۃالبھیۃ فی مختصر تاریخ الکوفۃالزکیۃ" شامل ہیں۔

3۔عہدِ خلافت عثمانیہ میں وقائع نگاری کا تجزیہ

تاریخ نگاری کے جدید مناہج واسالیب میں ایک بہترین اسلوب وقائع نگاری ہے،قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے گزشتہ انبیاءاور اقوام کے واقعات نقل کیے ہیں،اُن میں حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ کو احسن القصص قرار دیا ہے[10]،خلافتِ عثمانیہ میں مؤرخین مختلف نظریات اور رجحانات کے حامل افراد تھے،اُنہوں نے اپنے ذوق وشوق کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے قلم کشائی کی ہے،اُن میں کچھ مصنفین نے وقائع نگاری کے اسلوب کو اپنایا ہے،اس منہج پر لکھی جانے والی کتب اور اُن کے مصنفین کا تعارف حسب ذیل ہے:

i۔تواریخ آل عثمان

اس کتاب کا مصنف عاشق پاشازادہ عہدِ عثمانی کا ایک نامور تاریخ نگار ہے،بقول مفتی زین العابدین عاشق پاشازادہ تُرکوں کا پہلا مؤرخ تھا جس نے باقاعدہ عثمانی تاریخ لکھی ہے۔[11]اس نے تقریباًسو سال کی عمر پائی،1400ء میں پیدا ہوا اور 1500ء میں وفات پائی،یہ وہ دور ہے جب سلاطین عثمانیہ یورپ میں اپنی فتوحات کے جھنڈے گاڑ رہے تھے،اس نے سلطان مراد دوئم (1451ء-1421ء)اور سلطان محمد فاتح(1481ء-1451ء)کے دور میں بعض معرکوں میں شرکت کی،فتح قسطنطنیہ کا ایک اہم واقعہ خود ملاحظہ فرما چکے تھے،اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ عاشق پاشا محض ایک تاریخ نگار ہی نہیں ہے بلکہ تاریخ گر بھی ہے،پندرہویں صدی عیسوی کے عثمانی حالات اس انداز میں تحریر کرتے ہیں جس سے محسوس ہوتا ہے کہ مؤرخ اپنی آپ بیتی سنا رہا ہے۔اس سے پہلے جتنے بھی عثمانی مؤرخین گزرے ہیں انہوں نے پوری عالمِ دنیا کی مرصّع نگاری کرنے کی کوشش کی ہے،خلافت عثمانیہ کے تاریخی حالات محض ضمنناً درج کئے ہیں،ان کی تاریخیں بازاری لوگوں کے بیان کردہ افسانوں پر مبنی ہیں،ان میں شکراللہ، احمدی اور انوری جیسے مؤرخ شامل ہیں جنھوں نے بغیر تحقیق اور چھان بین کے سنے سنائے واقعات اور افسانے اپنی تحریرات میں درج کر دیئے ہیں،اندازِ تحریر بھی بازاری اور روایتی ہے جس میں کوئی تسلسل نہیں ہے،صرف واقعات اکٹھے کئے گئے ہیں۔عاشق پاشازادہ کو یہ انفرادیت حاصل ہے کہ وہ پہلے

عثمانی مؤرخ ہیں جنہوں نے مخصوص طور پر عثمانیوں کی تاریخ لکھی ہے، واقعات میں ایک تسلسل پیدا کیا ہے۔عاشق پاشازادہ نے اسلوب تحریر میں کسی قدیم مؤرخ کی تقلید نہیں کی بلکہ نیا انداز اپنایا،اس نے واقعات تحریر کرنے کے بعد ان پر اپنی طرف سے تبصرہ لکھا ہے، یہ مصنف کی غیر جانبداریت کا ثبوت ہے، سلاطین کو چھوڑ کر وزراء کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے، جتنے معرکوں کو احاطہ تحریر میں لائے ہیں اُن کو غزوات کا نام دیا ہے، سپاہیوں کو غازیوں کے نام سے موسوم کیا ہے۔

ii۔کاتب چلپی(1608ءتا1657ء)

وقائع نگاری پر مشتمل کاتب چلپی کی ایک کتاب "فذلکۃ احوال الاخبار فی علم التاریخ والاخبار" ہے، یہ کتاب عربی زبان میں لکھی گئی ہے، دو جلدوں پر مشتمل ہے، بشکل مخطوطہ کتاب خانہ اسعد آفندی قسطنطنیہ میں موجود ہے، اس کتاب کو مصنف نے 1300 تاریخی کتابوں کا مطالعہ کرنے کے بعد لکھا ہے[12]، اس میں انبیائے کرام علیہ السلام، خلفاء راشدین، بادشاہوں کے حالات زمانے کی ترتیب سے نقل کئے گئے ہیں، خوارج، سابقہ اقوام اور عرب قبائل کا تفصیلی ذکر کیا گیا ہے، آخر میں تاریخِ خلافت عثمانیہ کو موضوع بحث بنایا گیا ہے۔آپ 1624ء میں ابازہ محمد پاشا کی سرکوبی کے لیے جانے والے لشکر میں شعبہ مالیات کی دیکھ بھال کے لئے ترجان کے سفر میں اپنے والد کے ساتھ شامل تھے، انہوں نے جنگ کا قریب سے مشاہدہ کیا، وہ تمام مشاہدات اور سفر کی تفصیلی کارگزاری اس تاریخ میں نقل کی۔اسی طرح 1630ء میں خسرو پاشا کی معیت میں ہمدان اور بغداد کی عسکری مہم میں شریک ہوئے، اِس سفر کے دوران جن شہروں اور علاقوں میں گئے یا فوج نے جن شہروں، قلعوں اور علاقوں کو فتح کیا، اُن کی مکمل معلومات بھی اس تاریخ میں نقل کی۔اس تاریخ نگاری میں جن تاریخ کتب سے استفادہ کیا گیا ہے، اُن میں مصطفی جنابی (1591ء) کی "العیلم الزاخر فی احوال الاوائل والاواخر" المعروف تاریخِ جنابی، "معالم التنزیل"، "اسد الغابۃ"، "کنز الراغبین"، "نظام التواریخ"، "کنز الملوک"، "حیاۃ الحیوان"، "اخبار الدول"، "جامع التواریخ"، "کنز الجواھر"، "کتاب العبر"، "وفیات"، "تاریخِ ذھبی"، "جہاں آراء"، "تاریخ گزیدہ" اور کنہ الاخبار شامل ہیں، ان تمام مصادر میں سے تاریخ جنابی کی عمدہ طریقے سے تلخیص کی گئی ہے، تقریباً تیرہ سو ماخذ کی مدد سے لکھی گئی ہے۔

اُن کی ایک کتاب "کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون" ہے، یہ سب سے مشہور تصنیف ہے، اس میں ان تمام مصنفین اور کتابوں کا حال ہے جو ابتدائے اسلام سے مصنف کے زمانے تک لکھی گئی تھیں، یہ بیس سال میں مکمل ہونے والی ایسی معلوماتی کتاب ہے جو طالبانِ علم کی توجہ کا خاص مرکز رہی ہے، علماء و مشائخ نے اس کو قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے، مصنف کی شہرت کا سبب اُن کی یہی تالیف ہے، یہ کتاب دار الاحیاء التراث العربی بیروت لبنان کی طرح سے پبلش ہوئی ہے، سادہ عربی زبان میں لکھی گئی ہے، 2 جلدوں پر مشتمل ہے، دونوں جلدوں کی ابواب بندی حروف تہجی کی ترتیب سے کی گئی ہے، اس کا مقدمہ چار ابواب پر مشتمل ہے، اِس میں علم کی تین سو شاخوں، مقاصد اور موضوعات سے متعلق معلومات دی گئی ہیں۔ اس ضمن میں مؤلف کا اسلوب حسب ذیل ہے:

"و ذکر فی الثانیة العلوم التعلقة بالالفاظ و هی علم مخارج الحروف، علم اللغة، علم وضع، علم الاشتقاق، علم التصریف، علم النحو، علم المعانی، علم البیان، علم البدیع، علم العروس، علم القوافی، علم قرض الشعر، علم المبادی الشعر، علم الانشاء، علم المبادی الانشاءو ادواته، علم المحاضرة، علم الدواوین، علم التواریخ، و جعل من فروع العلوم العربیة، علم الامثال و علم وقائع الامم و رسولهم، علم استعمالات الالفاظ، علم الترسل ، علم الشروط و السجلات، علم الاحاجی"[13]

"اور دوسرے علوم الفاظ کا ذکر جو الفاظ سے متعلق ہیں، وہ یہ ہیں مخارجِ حروف کا علم، علمِ بلاغت، علمِ اشتقاق، علمِ تصریف، علمِ نحو، علم معانی، علمِ بیان، علمِ بدیع، علمِ عروض، علمِ قوافی، قرضِ شعر کا علم، مبادی شعر اور اس کے ادوات کا علم، علمِ محاضرہ، علمِ دواوین، علمِ تاریخ، امتوں اور اس کے رسولوں سے متعلق واقعات کا علم، الفاظ کے استعمال کا علم، علمِ ترسل اور علمِ شرط"

تفصیلی مقدمہ کے بعد پہلی جلد آٹھ ابواب پر مشتمل ہے، یہ پہلے آٹھ حروف تہجی کے نام سے موسوم ہیں۔ دوسری جلد باقی ماندہ حروفِ تہجی کے اعتبار سے اٹھارہ ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلی جلد 555 صفحات پر مشتمل ہے، مختلف مصنفین کی 15000 کے قریب کتابوں اور رسائل کے نام تحریر کیے ہیں۔ کتاب میں دی گئی معلومات اکثر عربی ادب سے متعلق ہیں، اس کے علاوہ فارسی اور ترکی زبان میں لکھی گئی کتابوں سے متعلق معلومات بھی ملتی ہیں۔

اس کے علاوہ ایک کتاب "تحفۃ الاخیار فی الحکم والامثال واالاشعار" ہے،اس میں مشہور شعراءاور مصنفین کی کتابیں،لطائف ومزاح، واقعات، محاورات اور تقاریر کی مثالیں حروفِ تہجی کی ترتیب کے اعتبار سے تحریر کی ہیں۔ مصنف کی ایک اور کتاب "رونق السلطنۃ" ہے،اس میں استنبول کی تاریخ سے متعلق 1579ء تک پیش آنے والے واقعات درج کیے گئے ہیں۔ بحری کپتانوں کے جنگی واقعات، بندر گاہوں اور سمندروں کے احوال پر مشتمل ایک کتاب "تحفۃ الکبار فی اسفار البحار" ہے، یہ کتاب آپ نے کریٹ کے سفر میں سرزد ہونے والی غلطیوں کے ازالے اور حکومتی اہلکاروں کو بیدار کرنے کے لیے لکھی۔اس میں منتخب اقوال، ضرب الامثال اور مختلف اشعار نقل کیے گئے ہیں، حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر 1648ء تک تمام تاریخی واقعات کاتاریخ وار جدول بیان کرنے کے لئے "تقویم التواریخ" تصنیف کی۔

iii۔ مُنجم باشی(1631ء۔1702ء)

اُپ کا نام لُطف اللہ ہے ، جبکہ مُنجم باشی[14] کے نام سے مشہور تھے، 1631ء میں سلانیکا(Salonika) میں پیدا ہوا۔ابتدائی تعلیم اسی شہر میں حاصل کی،اعلیٰ تعلیم کے لئے استنبول گئے جہاں یحیٰ افندی(1670ء)اور احمد نخلی سے استفادہ کیا، حصولِ علوم شرعیہ کے بعد علمِ فلک محمد افندی (1667ء) سے حاصل کیا، سلطان محمد رابع (1687ء-1648ء) کے مقربین میں سے تھے۔کچھ عرصہ مصرومکہ گزارنے کے بعد مدینہ منورہ میں چھ سال علمِ تفسیر پڑھائی[15]۔ عمر کے 24 سال سلانیکا، 31 سال استنبول، 3 سال مصر اور 12 سال حجازِ مقدس میں بسر کرنے کے بعد 1702ء میں وفات پائی، حضرت خدیجۃالکبری رضی اللہ عنھا کی قبر کے قریب دفن کئے گئے۔درس وتدریس کے سارتھ بھی وابستہ رہے، سرکاری ملازمت بھی کرتے رہے،اس کے ساتھ تصنیف وتالیف میں بھی بہت زیادہ رغبت رکھتے تھے،اُنہوں نے مختلف علوم پر 36 کتب تصانیف کی ہیں،تاریخ سے متعلق "جامع الدول" آپ کی مشہور کتاب ہے۔

یہ کتاب عربی زبان میں لکھی ہے،دو جلدوں پر مشتمل ہے،اس تاریخی کتاب کے مقدمہ سے یہ تاثر ملتا ہے کہ وزیرا عظم کی فرمائش پر ایک جامع تاریخ لکھی ہے،اس کتاب کو بہت قبولیت حاصل ہے، تاریخی کتب میں اس ک بہت کے حوالہ جات دیکھنے کو ملتے ہیں،اس کا ایک قلمی نسخہ مکتبہ نور عثمانیہ (Nuruomaniye) میں موجود ہے، مصنف نے خود اپنی اس کتاب کا ترکی زبان میں "صحائف

الاخبار فی وقائع الاعصار" کے نام سے کیا، اس کا ایک مخطوطہ مکتبہ طوپ قاپی(Topkapi) میں موجود ہے۔ مصنف نے متقدم مؤرخین کی کتب سے استفادہ کیا ہے، جس میں محمد افندی المعروف نشری(1520ء) کی "جہاں نما"، رمضان زادہ المعروف نیشانچی(1572ء) کی " تاریخِ نشانچی" اور ابراہیم بجوی(1650ء) کی "تاریخِ بجوی" کے علاوہ عربی، فاسی اور ترکی زبان کے 72 مصادر شامل ہیں۔ اس کتاب میں ابتدائے عالم سے 1672ء تک کے واقعات درج کئے گئے ہیں۔ پہلی جلد میں تاریخ انبیاء، قبل از اسلام عربوں کے حالات، سیرت النبی ﷺ، مسلم و غیر مسلم حکمرانوں سے متعلق واقعات کا ذکر ہے جبکہ دوسری جلد میں عثمانی عہد میں عربوں کے حالات زیرِ بحث لائے گئے ہیں۔ پہلی جلد 415 اور دوسری جلد 328 صفحات پر مشتمل ہے۔

iv۔ خواجہ سعد الدین افندی(1536ء۔1599ء)

عثمانیوں کے عظیم ترین مؤرخین میں دوسرے بڑے مؤرخ خواجہ سعد الدین ہیں، آپ سلطان محمد ثالث کے شیوخ میں سے تھے[16]، آپ کو خواجہ اور جامع الریاستین جیسے القابات سے نوازا گیا، یاد رہے کہ خلافتِ عثمانیہ میں خواجہ اس عالمِ دین کو کہا جاتا تھا جو کسی سلطان کا استاد مقرر ہوتا، جبکہ جامع الریاستین کا لقب اُس خوش نصیب استاد کو دیا جاتا جو دو صفات سے متصف ہوتا تھا، ایک یہ کہ کسی سلطان کو استاد ہو، دوسرا یہ کہ شیخ الاسلام کے عہد پر فائز ہو، عثمانی تاریخ میں صرف تین ایسے لوگ گزرے ہیں[17] جن کو اس لقب سے نوازا گیا، اُن میں ایک خواجہ سعد الدین افندی ہیں[18]۔

"تاج التواریخ" آپ کی مشہور تالیف ہے، اس میں عثمانیوں کے آغاز سے سلیم اوّل کی(1520ء) وفات تک خلافتِ عثمانیہ سے متعلق اہم واقعات نقل کیے گئے ہیں، اس کا اسلوب و منہج مرصّع ہے۔ سعد الدین کی یہ تاریخ اس اعتبار سے بڑی اہم ہے کہ یہ عثمانیوں کی بجائے قوم کی تاریخی دستاویزات سے متعلق ہے، اس بات کا اعتراف اسٹینلے لین پول نے بھی کیا ہے:

> "A little later Sa'd-ud-din wrote for his pu[il Murad iii(1574-1595), the Taj-ul-Tevarikh, or " Crown fo Chronicles" a history of the reigns of the first nine Ottoman Sultans. This work, which forms the first link in an unbroken chain of national annals, is admired alike for its historical accuracy and for the elaborate grace of its style.[19]

"کچھ عرصہ بعد سعد الدین نے اپنے شاگرد رشید مراد دوم (1595ء۔1574ء) کے لئے "تاج التواریخ "تالیف کی جو ابتدائی سلاطینِ عثمانیہ کی تاریخ ہے۔ یہ تالیف جو قوم کی تاریخی دستاویزات کے سلسلے میں پہلی کڑی کی حیثیت رکھتی ہے، اپنے تاریخی اسناد اور اندازِ بیاں کی پختگی و لطافت دونوں اعتبار سے قابلِ تعریف ہے۔"

یہ تو ایک عالمگیر حقیقت ہے کہ مختلف ادوارِ حکومت میں بعض حکمران تاریخ مرتب کرواتے رہے ہیں۔ اسٹینلے لین پول کی وضاحت سے اس بات کی نشاندہی ہوتی ہے کہ سعد الدین افندی سلطان مراد کے لیے لکھتے رہے ہیں، ڈاکٹر جمال لدین فالم کیلانی کی تحقیقات کے مطابق آپ پہلے مصنف ہیں جن کو خلافتِ عثمانیہ میں حکومت کی طرف سے تاریخ نگاری پر مامور کیا گیا۔[20]

v۔ابن ایاس ناصری (1523ء)

آپ کا نام محمد بن احمد ہے، لوگوں میں ابن ایاس ناصری کے نام سے مشہور ہیں، قاہرہ میں پیدا ہوئے، علمی گھرانے میں پرورش پائی، تحصیل علم کے لیے وقت کے جید علماء و مشائخ کی صحبت میں رہے، علامہ جلال الدین سیوطی (1505ء) کے شاگرد ہیں[21]، علم القرآن، علم الحدیث اور علم فقہ جیسے علوم پر دسترس رکھتے تھے، لیکن علم تاریخ سے زیادہ لگاؤ رکھتے تھے، سولہویں صدی عیسوی کے ممتاز مؤرخین میں سے ہیں، اُن کی تالیفات میں مصر کی مختصر تاریخ کے حوالے سے "عقود الجمان فی وقائع الزمان" ہے، انبیاء اور سلاطین کے قصص پر "مرج الزھور فی وقائع الدھور" ہے، علمِ فلکیات اور علمِ ہیئت کے موضوع پر بھی قلم کشائی کی ہے لیکن مؤرخ کی حیثیت سے شہرت پائی ہے، تاریخ میں اُن کی سب سے مشہور کتاب "بدائع الزھور فی وقائع الدھور" ہے، یہ کتاب "تاریخِ مصر لابن ایاس" کے نام سے مشہور ہے، اس میں مصر کے اوصاف، اسلامی مصری حکومتوں کے حال احوال کا اجمالی تعارف اور 1517ء میں عثمانیوں کی مصر پر فتح اور اُن کی قیادت و سیادت پر بحث کی ہے۔

vi۔ ابن ابی سرور (1650ء)

آپ کا نام شمس الدین بن ابی سرور بکری ہیں، عوام الناس میں ابن ابی سرور کے نام سے مشہور ہوئے، اُنہوں نے علمی گھرانے میں پرورش پائی، خاندان علم و ثروت میں شہرت رکھتا تھا[22]۔ تحصیل علم کے بعد درس و تدریس کی ذمہ داریاں سر انجام دیتے رہے، ہر وقت مطالعہ میں مشغول رہتے تھے، ان کی

تالیفات میں "عیون الاخبار و نزھۃ الابصار" ہے، کتاب کو 19 ابواب میں تقسیم کیا ہے، اس کا آغاز علمِ تاریخ کے فوائد سے کیا ہے، بعد ازاں انبیائے کرام علیھم السلام، روم کے بادشاہ، پیغمبرِ اسلام ﷺ کی سیرت، خلفائے راشدین، بنو امیہ، بنو عباس، اہل سلاجقہ، عہد فاطمی، عہدِ ایوبیہ اور ترک سمیت تمام خلافتوں اور حکومتوں کے حالات ترتیبِ سن کے لحاظ سے ذکر کئے ہیں۔[23] اُن کی دوسری کتاب """المنح الرحمانیۃ فی تاریخ الدولۃ العثمانیۃ" ہے، خلافتِ عثمانیہ کے ابتدائی حالات لے کر ترتیب اور تسلسل کے ساتھ عثمانی خلفاء سے متعلق بحث اور مصر پر عثمانیوں کی حکمرانی کی تاریخ 1619ء تک نقل کی ہے[24]۔ اُن کی ایک کتاب تاریخ خلفائے مصر کے بارے میں "النزھۃ الزھیۃ فی الذکر ولاۃ مصر والقاھرۃ المعزیۃ" ہے، فضائلِ مصر سے متعلق "الروضۃ المانوسۃ فی اخبار مصر المحروسۃ" تالیف کی ہے، تاریخِ مصر کے حوالے سے 20 ابواب پر مشتمل "الکواکب السائرۃ فی اخبار مصر والقاھرۃ" تصنیف کی ہے، اس میں مصر کی وجہ تسمیہ، اس کی حدود، اس کے قبل از طوفان کے حالات، اس میں آنے والے انبیاء، علماء مصر کے اوصاف، فتح مصر کی خبریں، اس کی تہذیب و ثقافت اور اس کے باشندوں کا طرزِ معاشرت بیان کرنے کے علاوہ عثمانی مصر کی تاریخ 1650ء تک نقل کی ہے۔[25]

vii۔ابن اسحاقی(1650ء)

آپ کا اصل نام محمد بن عبد المعطی ہے، جبکہ محبی عبد الباقی بھی کہلواتے تھے، لیکن ابن اسحاقی کے نام سے مشہور ہیں، بچپن سے ہی علم کے متلاشی دکھائی دیتے ہیں، اس کے حصول کے لیے بہت زیادہ حریص تھے، مختلف الانواع علوم پر گرفت رکھتے تھے، شعر و شاعری میں بھی دلچسپی رکھتے تھے، قاضی کے اعلیٰ عہدہ پر فائز رہے، اس دوران تاریخ ساز فیصلہ جات کیے، مختلف موضوعات پر قلم کشائی کی، لیکن مؤرخ ہونے کی حیثیت سے شہرت پائی ہے، تالیفات میں اسلامی تاریخ سے متعلق "الروض الباسم فی اخبار من مضی من العوالم" ہے، اس میں سیرت النبی ﷺ، خلفاء راشدین، خلفاء اموی، خلفاء عباسی اور سلاطینِ ایوبیہ کے تاریخی حالات و واقعات بیان کرنے کے علاوہ تاریخِ مصر 1622ء تک بیان کی ہے۔ اُن کی دوسری کتاب "لطائف اخبار الاول فی من تصرف فی مصر من ارباب الدول" بھی تاریخِ اسلام کے موضوع پر ہے، یہ کتاب دس جلدوں پر مشتمل ہے، اِس میں مصر کے فضائل، مصر کا قرآن میں تذکرہ،

مصر سے متعلق احادیث، مصر پر اسلامی حکومتیں اور عثمانی مصر مصطفی اول (1622ء) تک کا تاریخی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔[26]

viii۔عبدالرحمن جبرتی (1821ء)

آپ قاہرہ میں 1753ء میں پیدا ہوئے، اہل عرب آپ کو شیخ المؤرخین کے نام سے موسوم کرتے ہیں، صوبہ جبرت کی نسبت سے جبرتی نام سے شہرت پائی، والد علمائے ازہر میں ممتاز حیثیت کے مالک تھے، ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی، علمِ تاریخ سے خاص رغبت رکھتے تھے، اس بات کا تاثر اُن کی کتاب کے مقدمہ سے بھی ملتا ہے[27]، ڈاکٹر رؤوف کے مطابق جبرتی ایک بلند پایا مؤرخ کی حیثیت رکھتے ہیں۔[28] مختلف علوم پر مبنی بہت سی کتب کے مصنف ہیں، تاریخ سے متعلق سے آپ کی کتاب تاریخِ جبرتی کے نام سے مشہور ہے، تاریخِ مصر پر اپنی نوعیت اور حُسنِ اُسلوب کی بناء پر ایک عظیم کتاب ہے، پانچ جلدوں پر مشتمل ہے، اس میں صرف مشہور شخصیات کا ہی تذکرہ نہیں کیا گیا بلکہ عام شہریوں کی زندگی، صوفیاء و دراویش، علماء و مشائخ، مدعیانِ بنوت، مساجد، تاریخی عمارات، سیاحت گاہوں اور آب و ہوا سے متعلق بحث کی ہے۔[29] اس نے علمائے اکرام اور اساتذہ کے مابین تفاوت کو ختم کرنے کی کوشش کی ہے، سماجی زندگی کو خوشگوار اور رنگین بنانے کے مختلف انتظام کی جانب اشارات کیے ہیں۔

4۔ خُلاصۂ بحث

تمام گزارشات کا حاصل یہ ہے کہ بلاشبہ خلافت عثمانیہ تاریخ اسلامیہ کا سنہری دور ہے۔ یہ چھ سو سال قائم رہنے والی منفرد حیثیت کی سلطنت تھی، جس کی جغرافیائی حدود کو عثمانی خلفاء نے اپنی خداداد صلاحیتوں کی بدولت تین برِّاعظموں تک پھیلا دیا تھا، وہ علوم اسلامیہ میں گہری دلچسپی رکھتے تھے، خصوصی طور پر تاریخ نویسی سے خاص رجحان اور لگاؤ رکھتے تھے، یہی وجہ ہے بعض خلفاء اپنا روزنامچہ بذاتِ خود لکھوایا کرتے تھے، اُنہوں نے اس بات کو بڑی اہمیت دی کہ حالات و واقعات کو آنے والی نسلوں تک پہنچایا جائے، اس ضمن میں سرکاری سطح پر ایسے لوگ مقرر کیے جن کا کام صرف اور صرف تاریخ نویسی تھا، اس قسم کی تصنیفات خاص خلافتِ عثمانیہ سے متعلق ہوتی تھیں، خلفاء کے حکم سے لکھی جانے والی تواریخ ترکی زبان میں ہوتی تھیں، مصر، عراق، شام اور سعودی عرب چونکہ خلافتِ عثمانیہ کی باقاعدہ ریاستیں رہی ہیں، اس وجہ سے عربی زبان کے اثرات تُرکوں میں بہت نمایاں تھے، دینی اور علمی کتب زیادہ تر عربی زبان میں

لکھی جاتی تھیں، بہت سے مؤرخین جو اپنے شوق اور جذبے سے تاریخ نگاری کرتے تھے، اُن کی تالیفات اس اعتبار سے بڑی اہمیت کی حامل ہیں کہ اُن میں عام لوگ اور اُن کی طرز معاشرت سے متعلق معلومات فراہم کی گئی ہیں، تحقیق و تنقید کے مختلف پہلوؤں کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے عثمانی تاریخ کو عالمِ دنیا کی تاریخ سے ملایا گیا ہے، فلسفۂ تاریخ کے اصول وضوابط کے تحت تبصرے کیے گئے ہیں، یہی وجہ ہے مستشرق مؤرخین نے عثمانی مؤرخین کی حقائق بیانی کی تعریف کی ہے، عثمانی دور کی تاریخ نویسی یقینی طور پر تاریخ خلافتِ عثمانیہ کے لیے بنیادی مصادر کی حیثیّت رکھتی ہے، اس لیے کہ بہت سے عثمانی مؤرخین اپنی تاریخوں کے چشم دید گواہ بھی ہیں، اس ضرورت کے پیشِ نظر عثمانی مؤرخین کی تاریخ نویسی کے اس علمی کام کو منظرِ عام پر لایا گیا ہے تاکہ عام لوگ اس علمی، فکری اور تاریخی دور سے متعلق آگاہی حاصل کر سکیں۔

حواشی و حوالہ جات

[1] ڈاکٹر ابراہیم شریفی، التاریخ الاسلامی، مطبع، مکتبہ فاروقیہ، کراچی، 2008ء، ص:8

[2] الاضواء، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، جلد:26، شمارہ:18، دسمبر 2006

[3] الایام: مجلس تحقیق برائے اسلامی تاریخ وثقافت، کراچی، جلد:6، شمارہ:2، جولائی-دسمبر 2015

[4] فکر و نظر، انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد، جلد:11، شمارہ:19، جولائی 1982

[5] فکر و نظر، انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد، جلد:5، شمارہ:1983، 21

[6] مفتی زین العابدین، تاریخِ ملت، مطبع، آر۔آر۔پرنٹر، لاہور، 2014ء، ج:2، ص:495

[7] عدنان محمود سلمان، تاریخ الدولۃ العثمانیۃ، منشورات مؤسسۃ فیصل للتمویل، استنبول، ترکی، 1990ء، ج:2، ص:528

[8] Stanley Lane Poole,"Turkey" New York: G.P. Putnam's sons, London P:320

[9] مولانا شبلی نعمانی، سفر نامہ روم ومصر وشام، مہتاب پریس، دہلی، انڈیا، ص:48

[10] الیوسف:3

[11] مفتی زین العابدین، تاریخِ ملت، ج:2، ص:495

[12] عدنان محمود سلمان، تاریخ الدولة العثمانية، منشورات مؤسسة فيصل للتمويل، استنبول، ترکی، 1990ء، ج: 2، ص: 530

[13] مصطفیٰ بن عبداللہ المعروف حاجی خلیفہ وکاتب چلپی(1657ء) ،کشف الظنون عن اسامی الکتب و الفنون، دار احیاء التراث العربی بیروت، لبنان، ج:1، ص:14

14 علمِ فلکیات میں ماہر ہونے کے باعث آپ کی منجم باشی کہاجاتاتھا۔

15 حافظ ابو انسرلی حسین،وفیات سلاطین و مشاہیر الرجال،مکتبہ جامعہ ،استنبول،رقم: 2464

16 ڈاکٹر علی محمد محمد الصلابی، سلطنتِ عثمانیہ ترکوں کی مفصل سیاسی تمدنی اور تہذیبی تاریخ،مترجم: علامہ ظفر اقبال کلیار،ضیاءالقرآن پبلی کیشنز ، لاہور، 2008ء،ص:341

17 وہ تین لوگ یہ ہیں: 1۔خواجہ سعدالدین افندی 2۔خواجہ سید فیض اللہ افندی 3۔خواجہ حسن فہمی افندی

18 عدنان محمود سلمان، تاریخ الدولة العثمانية، ج: 2،ص: 377

19 Stanley Lane Poole,"Turkey" New yaork: G.P. Putnam's sons, London P:320

20 ڈاکٹر جمال الدین فالم کیلانی، ڈاکٹر زیاد حمد صمدی، تاریخ الدولة العثمانية رجال و حوادث،ناشر، المنظمة المغربية للتربية و الثقافة و العلوم،2013ء،ص:132

21 جرجی زیدان ، تاریخ آداب اللغة العربية، دار الفکر، بیروت، 1966ء،ج: 3،ص:337

22 مبارک علی ، الخطط التوفيقية الجديدة لمصر القاهرة و مدنها و بلادهاالقديمة والشهيرة، بولاق، قاہرہ،1305ء،ج:3،ص: 121

23 اسماعيل پاشا بن محمد البابانی البغدادی(1920ء)، هدية العارفين،اسماء المؤلفين و آثار المصنفين، دار احياء التراث العربی، بیروت،ج:2،ص:276

24 لیلی عبداللطیف احمد،دراسات فی تاریخ و مؤرخی مصر و الشام ابّان العصر العثمانی، مکتبہ خانجی، قاہرہ،1979ء،ص:136

25 کارل برکمان بکری، دائرة المعارف الاسلامية،طہران، ج:4،ص:142

26 حاجی خلیفہ مصطفیٰ بن عبداللہ(1656ء)، کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون،دارالکتب العلمية، بیروت،1992ء،ج:2،ص1550

27 عبدالرحمن جبرتی،عجائب الآثار فی التراجم والاخبار، بولاق، 1297ھ، ج:1 مقدمہ

28 عماد عبدالسلام رؤوف ، کتابة العرب لتاريخهم فی العصر العثمانی،(دار الشؤون الثقافة العامة، بغداد ،1988ء)،ص:31

29 عماد عبدالسلام رؤوف ، کتابة العرب لتاريخهم فی العصر العثمانی، ،ص:31